بِسْمِ

پیغام صلح انٹر نیشنل

جون ۲۰۲۰ء

شوال / ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ترجمان۔

ہمارے عقاید

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

قرآن کی کسی آیت کی نہ تلاوت منسوخ ہے اور نہ حکم

حضرت مرزا غلام احمدؒ وہ مجدد تھے، جن کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

ارشد علوی

فہرست مضامین

۱: کلام امام۔رُوح کی پیدائش (اسلامی اصول کی فلاسفی قسط۔۷) ۲

۲: تحفظ ناموس رسول۔حضرت مولانا محمد علی ۳

۳: چند علمائے ربانی کی شہادت۔کے عالم ۶

حضرت مسیح موعود نے فرمایا

مردم شماری کے فارم میں لکھوُ مسلمان فرقہ احمدیہ۔

- مُجھے چھوڑ کر تم کون سا اسلام پیش کروگے۔"

غیر از جماعت امام اگر کلمہ گو کو کافر کہنے والے کے کافر ہونے کا اعلان کرے تو اُس کے پیچھے نماز ادا کرو۔

- احمدی کے لئے لازمی ہے کہ ہر ماہ چندہ دے۔

جو شخص تین ماہ تک چندہ نہیں دیتا وہ جماعت سے خارج ہے۔

ہر احمدی کے لئے اپنی وصیت میں جماعت کے لئے ایک حصہ چھوڑنا لازمی ہے۔

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام و اوقات

جمعہ-انگریزی 13:00

اتوار-اردو / انگریزی 09:00

اتوار-انگریزی 13:00

ماہانہ اجلاس-انگریزی-ہر ماہ پہلی اتوار 15:00

عیدین-انگریزی 11:00

پیر سے جمعرات نشریات (اردو اور انگریزی)

۱۹۰۰-درس القرآن (ریڈیو یوٹیوب، فیس بُک اور ریڈیو پر)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

ای میل: editor.TheLight@aaiil.uk

وقت تھا، وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا۔

کلام امام

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

اسلامی اصول کی فلاسفی (قسط۔۷)

مُرتّب:۔ ارشد علوی

طبعی حالتوں اوراخلاق میں مابہ الامتیاز۔ اب ہم انسان کے ان تین مرحلوں کا جُدا جُدا بیان کریں گے۔ لیکن اوّل یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ طبعی حالتیں جن کا سرچشمہ اور مبدء نفسِ امّارہ ہے خُدا تعالیٰ کے پاک کلام کے اشارات کے مُوافق اخلاقی حالتوں سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ کیونکہ خُدا کے پاک کلام نے تمام نیچرل قویٰ اور جسمانی خواہشوں اور تقاضوں کو طبعی حالات کی مدّ میں رکھا ہے اور وہی طبعی حالتیں ہیں جو بالارادہ تربیت اور تعدیل اور موقع بینی اور محل پر استعمال کرنے کے بعد اخلاق کا رنگ پکڑ لیتی ہیں۔ ایسا ہی اخلاقی حالتیں رُوحانی حالتوں سے کوئی الگ باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ وہی اخلاقی حالتیں ہیں جو پورے فنافی اللہ اور تزکیہ نفس اور پورے انقطاع الی اللہ اور پوری محبت اور پُوری محویت اور پُوری سکینت اور اطمینان اور پُوری موافقت باللہ سے رُوحانیت کا رنگ پکڑ لیتے ہیں۔ طبعی حالتیں جب تک اخلاقی رنگ میں نہ آویں کسی طرح انسان کو قابل تعریف نہیں بناتیں۔ کیونکہ وہ دُوسرے حیوانات بلکہ جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایسا ہی مجرّد اخلاق کا حاصل کرنا بھی انسان کو رُوحانی زندگی نہیں بخشتا۔ بلکہ ایک شخص خُدا تعالیٰ کے وجود سے مُنکر رہ کر اچھے اخلاق دکھلا سکتا ہے۔ دِل کا غریب ہونا یا دِل کا حلیم ہونا یا صلح کار ہونا یا ترکِ شرّ کرنا اور شریر کے مقابلہ پر نہ آنا یہ تمام طبعی حالتیں ہیں اور ایسی باتیں ہیں جو ایک نااہل کو بھی حاصل ہو سکتی ہیں جو اصل سرچشمہ نجات سے بے نصیب اور ناآشنا محض ہے اور بہت سے چارپائے غریب بھی ہوتے ہیں اور پلنے اور خوپذیر ہونے سے صُلح کاری بھی دِکھلاتے ہیں۔ سوٹے پر سوٹا مارنے سے کوئی مقابلہ نہیں کرتے مگر پھر بھی اُن کو انسان نہیں کہہ سکتے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔
"اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"
"میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوانبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَااِلَہ اِلَّااللہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: "اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

چہ جائیکہ ان خصلتوں سے وہ اعلیٰ درجہ کے اِنسان بن سکیں۔ ایسا ہی بدسے بد عقیدہ والا بلکہ بعض بدکاریوں کا مرتکب ان باتوں کا پابند ہوسکتا ہے۔

جیو ہتیا کا لطیف ردّ – ممکن ہے کہ اِنسان رحم میں اِس حد تک پہنچ جائے کہ اگر اُس کے اپنے ہی زخم میں کیڑے پڑیں اُن کو بھی قتل کرنا روا نہ رکھے اور جانداروں کی پاسداری اس قدر کرے کہ جوئیں جو سر میں پڑتی ہیں۔ یا وہ کیڑے جو پیٹ اور انتڑیوں میں اور دماغ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کو بھی آزار دینا نہ چاہے بلکہ میں قبول کرسکتا ہوں کہ کسی کا رحم اِس حد تک پہنچے کہ وہ شہد کھانا ترک کردے کیونکہ وہ بہت سی جانوں کے تلف ہونے اور غریب مکھیوں کو ان کے استھان سے پراگندہ کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور مَیں مانتا ہوں کہ کوئی مُشک سے بھی پرہیز کرے کیونکہ وہ غریب ہرن کا خون ہے اور اُس غریب کو قتل کرنے اور بچوں سے جُدا کرنے کے بعد میسّر آسکتا ہے۔ ایسا ہی مجھے اِس سے بھی انکار نہیں کہ کوئی موتیوں کے استعمال کو بھی چھوڑدے اور اب ریشم کو پہننا بھی ترک کرے۔ کیونکہ یہ دونوں غریب کیڑوں کے ہلاک کرنے سے ملتے ہیں بلکہ مَیں یہاں تک مانتا ہوں کہ کوئی شخص دُکھ کے وقت جونکوں کے لگانے سے بھی پرہیز کرے اور آپ دُکھ اُٹھالے اور غریب جونک کی موت کا خواہاں نہ ہو۔ بالآخر اگر کوئی مانے یا نہ مانے مگر مَیں مانتا ہوں کہ کوئی شخص اس قدر رحم کو کمال کے نقطہ تک پہنچادے کہ پانی پینا چھوڑدے اور اس طرح پانی کے کیڑوں کو بچانے کیلئے اپنے تئیں ہلاک کرے۔ مَیں یہ سب کچھ قبول کرتا ہوں لیکن میں ہرگز قبول نہیں کرسکتا کہ یہ تمام طبعی حالتیں اخلاق کہلاسکتی ہیں یا صرف انہیں سے وہ اندرونی گند دھوئے جاسکتے ہیں جن کا وجود خُدا کے مِلنے کی روک ہے۔ مَیں کبھی باور نہیں کروں گا کہ اس طرح کا غریب اور بے آزار بنا جس میں بعض چارپایوں اور پرندوں کا کچھ نمبر زیادہ ہے۔ اعلیٰ انسانیت کے حصُول کا موجب ہوسکتا ہے بلکہ میرے نزدیک یہ قانون قدرت سے لڑائی ہے۔ اور رضا کے بھاری خلق کے برخلاف اوراس نعمت کو ردّ کرنا ہے جو قُدرت نے ہم کو عطا کی ہے بلکہ وہ رُوحانیت ہر ایک خُلق کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خُدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھ قدم مارنے سے اور اُسی کا ہوجانے سے ملتی ہے۔ جو اُس کا ہوجاتا ہے اُس کی یہی نشانی ہے کہ وہ اُس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ عارف ایک مچھلی ہے جو خُدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اُس کا پانی خُدا کی محبت ہے۔

اِصلاح کے تین طریق – اب مَیں پہلے کلام کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مَیں ابھی ذکر کرچکا ہوں کہ انسانی حالتوں کے سرچشمے تین ہیں یعنی نفسِ امارہ۔ نفسِ لوّامہ۔ نفسِ مطمئنہ اور طریق اصلاح کے بھی تین ہیں۔

اوّل- یہ کہ بے تمیز وحشیوں کو اس ادنیٰ خلق پر قائم کیاجائے۔ کہ وہ کھانے پینے اور شادی وغیرہ تمدّنی اُمور میں انسانیت کے طریقے پر چلیں۔ نہ ننگے پھریں اور نہ کُتوں کی طرح مُردار خور ہوں اور نہ کوئی اور بے تمیزی ظاہر کریں۔ یہ طبعی حالتوں کی اصلاحوں میں سے ادنیٰ درجہ کی اصلاح ہے۔ یہ اس قسم کی ہے کہ اگر مثلاً پورٹ بلیر کے جنگلی آدمیوں میں سے کسی آدمی کو انسانیت کے لوازم سکھلانا ہو تو پہلے ادنیٰ اخلاق انسانیت اور طریق ادب کی اُن کو تعلیم دی جائے گی۔

دُوسرا طریق اِصلاح کا – یہ ہے کہ جب کوئی ظاہری آداب انسانیت کے حاصل کرلیوے۔ تو اُس کو بڑے بڑے اخلاق انسانیت کے سکھلائے جائیں اور انسانی قویٰ میں جو کچھ بھرا پڑا ہے ان سب کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنے کی تعلیم دی جائے

تیسرا طریق اصلاح کا - یہ ہے کہ جو لوگ اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہوگئے ہیں ایسے خشک زاہدوں کو شربت محبت اور وِصل کا مزہ چکھایا جائے۔ یہ تین اِصلاحیں ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں۔ (صفحہ۔۱۳۔۱۶) (فہرست مضامین)

۲۵ رمضان ۱۳۴۸ھ ۲۸ فروری ۱۹۳۰ء

تحفظ ناموسِ رسولؐ سے مراد

حضرت مولانا محمد علیؒ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ (۳۳:۵۷-۵۶)

ترجمہ: ”اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر دُرود بھیجتے ہیں اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس پر دُرود بھیجو اور سلام بھیجو۔ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔“

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ سورۃ الاحزاب کی یہ دو آیات مَیں نے پڑھی ہیں۔ ایک میں اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دُرود بھیجنے کا ذکر ہے۔ اور مسلمانوں کو حکم ہے۔ کہ وہ بھی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دُرود بھیجیں۔ اور دوسری میں یہ ذکر ہے۔ کہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذاء دیتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے۔ یعنی اپنی رحمت سے دور کرتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دُرود پڑھنے کی کیا غرض ہے؟! دُرود تو اللہ اور اس کے فرشتے بھی بھیجتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا

درُود بھیجنا یہ ہے کہ آپؐ کے لئے مغفرت، قبولیت اور برکات کے دروازے کھول دے۔ باوجود اس کے مسلمانوں کو یہی حکم ہے۔ کہ وہ اللہ کے رسول پر درُود بھیجیں۔ ہم نماز میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ پڑھتے ہیں۔

درُود کا مقصد– درُود کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں محمدؐ رسول اللہ کی محبت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور یہ بڑی بھاری غرض ہے۔ درُود کی اہمیّت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ اسے نماز کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور بڑائی اور تقدیس کی یہ غرض ہے، کہ انسان کا دل عظمت الٰہی کے سامنے جھکا رہے۔ اسی طرح درُود شریف کو اس کا حصہ قرار دینے سے یہ غرض ہے، کہ نبی کریم کی محبت انسان کے دل میں پیدا ہو۔ اس امر کی صراحت قرآن شریف میں موجود ہے۔ کہ انسان کو جس قدر بھی محبت دینوی رشتہ کے لحاظ سے کسی سے ہو سکتی ہے یا دنیا کی کسی چیز سے جو محبت ہو سکتی ہے، ان سب محبتوں پر محمدؐ رسول اللہ کی محبت فائق ہو۔ سورہ التوبۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآءُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ (۹:۲۴) ۔اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے کنبے، تمہارے مال جو تم کماتے ہو اور تمہاری تجارتیں، جن کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو، اور تمہارے مکان جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمام چیزیں اللہ اور اس کے رسولؐ سے تمہیں زیادہ محبوب ہیں، تو تم ہرگز مؤمن نہیں۔ تم پر خدا کا عتاب نازل ہو گا۔ کیونکہ تم فاسق ہو گئے۔ اور اللہ فاسق قوم کو پسند نہیں کرتا۔ حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔

یاد رکھو۔ کہ تم میں سے کوئی شخص مؤمن کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔ قرآن کریم کا یہی منشاء ہے۔ اور خود نبی کریم کا بھی یہی ارشاد ہے۔ کہ رسول اللہ کی محبت تمام محبتوں سے بڑھ کر ہونی چاہیئے۔

جذبۂ عمل– ہمارے مذہبی عقائد، توحید رسالت اور سزا اور جزا وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہیں۔ لیکن عقائد کے علاوہ ایک اور شے ہے۔ جو انسان کے اندر پائی جاتی ہے۔ اور وہ شئے انسان کا جذبۂ عمل ہے۔ جس سے انسان کامیاب ہوتا ہے۔ جذبہ عمل محض عقائد سے پیدا نہیں ہوتا! بلکہ اس کی محرک کمال درجہ کی محبت ہے۔ اگر ہم مذہب کی حالت پر نظر ڈالیں، تو ہمیں مذہب میں عقائد کے سوا ایک خاص چیز کی عظمت یا محبت نظر آتی ہے، جو اس قوم میں جذبۂ عمل یا جذبۂ اتحاد پیدا کرتی ہے۔ عیسائیت ہی کو لیجئے۔ ایک عیسائی مصنف لکھتا ہے۔ کہ اسلام میں خواہ کیسے اچھے عقائد ہوں، لیکن اس میں ایک چیز کی کمی ہے۔ اور وہ مسیحؑ کی صلیب ہے۔ صلیب کیا ہے؟! لکڑی کی بنی ہوئی شکل (T) کی ایک چیز ہے۔ مگر یہ بات، کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر چڑھے، عیسائیوں کے اندر ایک جذبۂ عمل پیدا کرتی ہے۔ گویا یہ صلیب ہی اب عیسائی مذہب کا ایک نشان رہ گئی ہے۔ عیسائیت کے عقائد ایک ایک کر کے گرتے جاتے ہیں۔ مگر مسیحؑ کی صلیب پر اب بھی عیسائیوں کو فخر ہے۔ اور یہی ان کا آخری سہارا ہے۔ اور لکڑی کا یہی نشان تمام عیسائیوں میں، خواہ ان کے مذہبی عقائد کچھ ہی ہوں، ان میں جذبۂ عمل پیدا کرتا ہے۔ ہندوئوں میں کئی ایسے فرقے ہیں، جو وید کو خُدا کا کلام نہیں سمجھتے۔ اُن میں ایسے بھی ہیں جو بالکل دہریہ ہیں۔ نہ وہ سب کے سب کسی اوتار یا پیغمبر پر ہی متفق ہیں۔ مذہبی عقائد کے لحاظ سے ان میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اس شدید اختلاف کے باوجود گائے کے معاملہ میں وہ سب متفق ہیں۔ اور گائے ان کو وہی کام دیتی ہے، جو عیسائیوں کو صلیب۔ عیسائیوں نے لکڑی کے ایک نشان کو اور ہندوئوں نے ایک چوپائے یعنی گائے کو اپنی مذہبی ارادت کا مظہر قرار دے رکھا ہے۔ لیکن ان دونوں کے مقابلہ میں مسلمانوں نے ایک کامل انسان کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے رکھی ہے۔ اور یہی محبت ان کے جذبۂ عمل کا سرچشمہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کی محبت کو اس قدر بلند مقام دیا ہے، کہ اس کو ایمان کا صحیح نشان قرار دیا ہے۔ اور دلائل کی کیا ضرورت ہے؟ ہماری آنکھوں نے وہ نظارہ دیکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی محبت کا جذبہ مسلمان کے دل میں اس قدر غالب ہے، کہ اس کے سامنے وہ دنیا اور مافیہا کو ہیچ سمجھتا ہے۔ اور پھر اسی جذبۂ محبت کی وجہ سے اس کی عزّت بھی کس قدر ہوتی ہے۔ ایک معمولی سے معمولی نوجوان نے، جس کو کوئی جانتا ہی نہ تھا، جب اپنے آپ کو پروانے کی طرح اپنے محبوب کے ناموس کی خاطر قربان کر دیا، تو اس کا مقام دنیا میں بھی اس قدر بلند ہوا، کہ اس کی قبر پر شرک تک نوبت پہنچ گئی! پس رسولؐ کے ساتھ محبت کا یہ جذبہ ہی اصل ایمان ہے۔ جو انسان میں سچا جذبۂ عمل پیدا کرتا ہے۔ اور یہی درود شریف کا مقصود ہے۔ کہ اس جذبۂ محبت میں ترقی ہو۔ اسی غرض کو سمجھانے کے لئے قرآن کریم نے جہاں جہاں پہلی آیت میں آنحضرت ﷺ پر درُود بھیجنے کا ذکر کیا ہے، اس کے ساتھ ہی دوسری آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے، جو آپؐ کو بُرا کہہ کر اور گالیاں دے کر آپؐ سے نفرت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کا ذکر کر کے فرمایا کہ ایسے لوگ رحمت الٰہی سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا۔ کہ اہل باطل نے جب کبھی اسلام پر حملہ کیا ہے، تو اس کے

اصولوں پر نہیں کیا، بلکہ بسا اوقات ان اصولوں کے سامنے سر جھکایا ہے، لیکن ان کے حملے کی زد ہمیشہ رسول اللہ صلعم پر ہوتی ہے۔ گویا جس طرح مؤمن کی فطرت صحیح اسے بتاتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ محبت میں ہی اسلام کی ترقی کا راز ہے، اسی طرح اہلِ باطل کی تاریک فطرت انہیں بتاتی ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ تنفر پیدا کرنے سے ہی وہ اسلام کی ترقی کو روک سکتے ہیں!

جہاد – قرآن شریف بلا شبہ خدا کا کلام ہے۔ جس کی اشاعت نبی کریم کی زندگی کا مقصد تھا۔ مگر قرآن شریف کو دنیا میں پھیلانے کے لئے یہ ضروری ہے، کہ رسول کریمؐ کے پاک نام پر حملہ کرنے والوں کے خلاف زبردست جہاد کیا جائے۔ اور یہ جہاد یہ نہیں کہ ہم ان لوگوں پر، جو اس ناپاک رستے کو اختیار کرتے ہیں، ملامت کے ووٹ پاس کریں! بلکہ ضرورت اس بات کی ہے، کہ رسول اللہ صلعم کے صحیح حالات کو دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ کر کے لوگوں تک پہنچا دیں۔ اسلام کے اصول تو دنیا میں قبولیت حاصل کر رہے ہیں۔ ضرورت صرف اس تنفّر کو دور کرنے کی ہے، جو رسول اللہ پر ناپاک حملے کر کے پیدا کیا جا رہا ہے۔ جب تک آپ یہ نہ کریں گے، اس وقت تک آپ اشاعتِ اسلام کے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ یاد کرو۔ جس میں بظاہر مسلمانوں نے مغلوب فریق کی شرائط قبول کیں۔ مگر اس صلح نے کفار اور مسلمانوں کے باہمی میل جول کی بنیاد ڈالی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کفار نبی کریمؐ کے اخلاق کے سامنے جھک گئے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے اس صلح کا نام فتح مبین رکھا ہے اور بالآخر جب سارے عرب میں جنگ کا خاتمہ ہوا، اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے اخلاق دیکھنے کا موقعہ ملا، تو پھر سارا عرب ہی فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہونے لگا۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ۔ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡ خُلُوۡ نَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا۔ (۱۱۰:۰۱-۲) یعنی ”جب اللہ (تعالیٰ) کی مدد اور فتح آ گئی۔ اور تُو نے لوگوں کو اللہ (تعالیٰ) کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لیا۔“

ایک غلط خیال – بعض لوگ اس غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ کہ ان آیات اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا۔ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَیَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا۔ (۴۸:۱-۲) میں جو صلح حدیبیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، رسول اللہ کے گناہ معاف کرنے کا ذکر ہے۔ یہ اتنی بڑی غلطی ہے۔ کہ ایسا ماننے والوں پر تعجب ہوتا ہے! بھلا وہ شخص، جس کے متعلق تاریخی شہادت موجود ہے، کہ آپؐ سے بعثت سے پہلے بھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ بعثت کے بعد اس سے گناہ کا ارتکاب ممکن تھا؟ قرآن کریم صاف فرماتا ہے۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی۔ (۵۳:۲) محمد نہ کبھی عقیدۃً گمراہ ہوئے، نہ عمل کے لحاظ سے۔ مَاتَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِکَ (۴۸:2) میں ان ذُنوب کا ذکر ہے، جو کفار اپنی نافہمی سے رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور ایسی اضافت زبان عربی میں آتی ہے۔ جیسے اَیۡنَ شُرَکَآءِ یَ (۲۸:62) میں مراد سچ مچ اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں، بلکہ ایسے لوگ مراد ہیں، جن کو لوگ غلطی سے شریک ٹھہراتے تھے۔ یہ بات خصوصیت سے یاد رکھنے کے قابل ہے۔

تحفظ ناموس رسولؐ – مَیں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ مسلمان ابھی تک تحفظ ناموسِ رسولؐ کے معنے نہیں سمجھے۔ اس وقت یہ صورت ہے کہ جہاں کسی شخص نے نبی کریم ﷺ کی مبارک ذات پر حملہ کیا، ہم نے اخبارات میں شور مچانا شروع کر دیا۔ اور کچھ عرصہ تک احتجاجی جلسوں کے انعقاد کا سلسلہ جاری رکھا! اس میں شک نہیں۔ کہ اخبارات میں شور مچانے اور جلسے منعقد کرنے سے جوش تو پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ مرض کا اصلی علاج نہیں ہے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی کوتاہی یہی ہے، کہ انہوں نے غیر مسلم لوگوں تک نبی کریم کی زندگی کی صحیح تصویر نہیں پہنچائی۔ اور نہ ان کے کانوں تک آپؐ کا پیغام پہنچایا۔ ہندوئوں اور عیسائیوں میں نبی کریمؐ کے خلاف ایک وسیع پیمانہ پر پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ تحفظ ناموس رسولؐ کی تحریک اس امر کی متقاضی ہے کہ نہ صرف لیکچروں اور کتابوں کے ذریعہ سے، بلکہ اپنے عمل سے نبی کریمؐ کی زندگی اور سیرت کی صحیح تصویر غیر مسلموں کو دکھائی جائے۔ جاہل سے جاہل آدمی میں بھی اپنے رسولؐ کی محبت کا جذبہ موجود ہے۔ تمام مسلمانوں کے دلوں میں محبت ایک فطری رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ مگر اس طبعی اور فطری محبت سے کام لینا ان لوگوں کا فرض ہے، جو اس کام کے اہل ہیں۔

رسولؐ کی محبت – بعض لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ ہماری انجمن اسے سیاست میں حِصّہ لینا چاہئے۔ تمہارے سامنے ایک طرف ملک کی محبت ہے۔ اور دوسری طرف رسولؐ کی محبت۔ اب تم خود فیصلہ کرو۔ کہ تم کس کی محبت کو مقدم سمجھتے ہو؟ اس وقت رسول کریمؐ پر حملے ہو رہے ہیں۔ کیا تمہاری غیرت تمہیں اس بات کی اجازت دیتی ہے۔ کہ تم اس موقعہ پر خاموش رہو؟ ہمیں ملک کی محبت پر رسولؐ کی محبت کو مقدّم سمجھنا چاہئیے۔ ملک کی محبت ایک ادنیٰ شئے ہے۔ رسولؐ کی محبت کا مرتبہ اس سے بلند ہے۔ ملک کی محبت تو صرف حصول سوراج کے لئے قربانیاں چاہتی ہے۔ لیکن جب یہ سوراج حاصل ہو جائے، تو پھر ہماری زندگیوں میں روشنی پیدا کرنے والی کونسی چیز ہو گی؟ وہ صرف رسولؐ کی محبت ہے۔ پس آج ہی اس کو مقدّم کر لو۔

(پیغام صلح۔ ۷ مارچ ۱۹۳۰ء)

چند علمائے ربانی

یعنی

نامی و گرامی اہل کشف والہام کی شہادت

مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اب تک دو لاکھ سے زیادہ میرے ہاتھ پر نشان ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور شاید دس ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ لوگوں نے پیغمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ نے میری تصدیق کی۔ اور اس ملک میں جو بعض نامی اہل کشف تھے۔ جن کا تین تین چار چار لاکھ مرید تھا۔ ان کو خواب میں دکھلایا گیا کہ یہ انسان خدا کیطرف سے ہے۔ اور بعض ان میں سے ایسے تھے کہ میرے ظہور سے تیس برس پہلے دُنیا سے گزر چکے تھے۔ جیسا کہ

(۱) ایک بزرگ گلاب شاہؒ نام ضلع لدھیانہ میں تھا۔ جس نے کریم بخش مرحوم ساکن جمال پورؔ کو خبر دی تھی کہ عیسیٰ قادیان میں پیدا ہو گیا اور وہ لدھیانہ ؔآئے گا۔ کریم بخش ایک صالح موحدؔ اور بڈھا آدمی تھا۔ اس نے مجھ سے لدھیانہ ؔمیں ملاقات کی اور یہ تمام پیش گوئی مجھے سنائی۔ اس لئے مولویوں نے اُس کو بہت تکلیف دی۔ مگر اُس نے کچھ پرواہ نہیں کی۔ اس نے مجھے کہا کہ گلاب شاہؒ مجھے کہتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم زندہ نہیں وہ مر گیا ہے۔ وہ دُنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ اس اُمت میں مرزا غلام احمد عیسیٰ ہے۔ جس کو خدا کی قدرت اور مصلحت نے پہلے عیسیٰ سے مشابہ بنایا ہے۔ اور آسمان پر اس کا نام عیسیٰ رکھا ہے۔ اور فرمایا کہ اے کریم بخش! جب وہ عیسیٰ ظاہر ہو گا تو تُو دیکھے گا کہ مولوی لوگ کس قدر اس کی مخالفت کریں گے۔ وہ سخت مخالفت کریں گے۔ لیکن نامراد رہیں گے۔ وہ اس لئے دُنیا میں ظاہر ہو گا کہ تا وہ جھوٹے حاشیے جو قرآن پر چڑھائے گئے ہیں ان کو دُور کرے اور قرآن کا اصل چہرہ دُنیا کو دکھادے۔ اس پیشگوئی میں اس بزرگ نے صاف طور پر یہ اشارہ کیا تھا کہ تُو اس قدر عمر پائے گا کہ اُس عیسیٰ کو دیکھ لے گا۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ ۱۹۰۳ء۔ ص ۳۴ تا ۳۵)

(۲) ایک بزرگ نے مدت دراز سے ایک شعر اپنے کشف کے متعلق شائع کیا ہوا ہے۔ جس کو لاکھوں انسان جانتے ہیں۔ اس کشف میں بھی یہی لکھا ہے کہ مہدی معہود یعنی مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو گا۔ اور وہ شعر یہ ہے۔ ع

دَر سَنِ غاشی دو قرآن خواہد بود
از پئے مہدی و دجال نشان خواہد بود

اس شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ جب چودھویں صدی میں سے گیارہ سال گذریں گے تو آسمان پر خسوف و کسوف چاند اور سورج کا ہو گا۔ اور وہ مہدی اور دجّال کے ظاہر ہو جانے کا نشان ہو گا۔ اس شعر میں مولف نے دجّال کے مقابل پر مسیح نہیں لکھا بلکہ مہدی لکھا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ مہدی اور مسیح دونوں ایک ہی ہیں۔ (ابن ماجہ کی ایک حدیث میں بھی مہدی اور آنے والے مسیح کو ایک ہی شخصیت بتایا گیا ہے۔ خاکسار مرتب)۔ اب دیکھو کہ یہ پیش گوئی کیسی صفائی سے پوری ہو گئی اور میرے دعویٰ کے وقت رمضان کے مہینہ میں اسی صدی یعنی چودھویں صدی ۱۳۱۱ھ میں خسوف و کسوف ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ ایسا ہی دار قطنی کی ایک حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہدی معہود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو گا۔ وہ حدیث یہ ہے کہ اِنَّ لمھدینا اٰیتین الخ (تفصیلی بحث دعاوے والے باب میں دیکھیں۔ خاکسار مرتب)۔ (تحفہ گولڑویہ ۱۹۰۲ء۔ ص ۴۴)

(۳) (صوبہ سرحد کے یوسف زئی علاقہ میں موضع کوٹھہ کے ایک بزرگ) جو کوٹھہ والے (پیر) کر کے مشہور ہیں۔ ان کے بعض مرید اب تک زندہ موجود ہیں۔ انہوں نے عام طور پر بیان کیا کہ۔۔۔۔ حضرت (کوٹھہ والے) ایک دن وضو کرتے تھے۔۔۔ فرمانے لگے کہ "ہم اب کسی اور کے زمانہ میں ہیں۔۔۔ پھر فرمانے لگے کہ جو خدا کی طرف سے ایک بندہ تجدید دین کے لئے مبعوث ہوا کرتا ہے وہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہماری باری چلی گئی۔۔۔ پھر فرمانے لگے کہ وہ ایسا ہو گا کہ مجھ کو تو کچھ تعلق مخلوق سے بھی ہے۔ اس کو کسی کے ساتھ تعلق نہ ہو گا۔ اور اس پر اس قدر شدائد و مصائب آئیں گے جن کی نظیر زمانہ میں گزشتہ نہ ہو گی۔۔۔ ایک دن حضرت (کوٹھہ والے) صاحب عام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور طبیعت اس وقت بہت خوش و خرم تھی۔ فرمانے لگے کہ میرے بعض آشنا مہدی آخر الزمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ (اشارہ یہ تھا کہ اسی ملک کے قریب مہدی ہو گا جس کو دیکھ سکیں گے) اور پھر فرمایا کہ اس کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں گے۔" (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۵۵ تا ۵۷)

"وہ کہتے تھے کہ مہدی آخر الزمان پیدا ہو گیا ہے۔ ابھی اس کا ظہور نہیں ہوا ہے۔ اور جب پوچھا گیا کہ نام کیا ہے۔ تو فرمایا کہ نام نہیں بتلاؤں گا۔ مگر اس قدر بتلاتا ہوں کہ "زبان اسکی پنجابی ہے"۔" (ایضاً۔ ص ۵۵ تا ۵۶ حاشیہ)

(۴) حضرت حافظ برخوردار سکنہ موضع چیٹی شیخان ضلع سیالکوٹ۔۔۔ (کا) ایک ہندی شعر ہے۔ جس میں صاف اور صریح طور پر اس بات کا بیان ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو گا۔ اور وہ یہ ہے ع

پچھے اک ہزار دے گزرے تری سے سال
عیسیٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب سن ہجری سے تیرہ سو برس گذر جائیں گے تو چودھویں صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہو جائے گا، جو کام عدالت کرے گا۔ یعنی دکھادے گا کہ صراطِ مستقیم یہ ہے۔ اب دیکھو کہ حافظ صاحب مرحوم نے جو عالمِ حدیث اور فقہ ہیں اور تمام پنجاب میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ اور پنجاب میں اپنے زمانہ میں اول درجہ کے فقیہہ مانے گئے ہیں اور لوگ ان کو اہل اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ بلکہ علماء میں وہ ایک خاص عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ کیسے انہوں نے صاف طور پر فرمادیا کہ چودھویں صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوگا؟" (ایضاً۔ ص ۵۴ تا ۵۵)

(۵) "ایک دوسرے پیر صاحب العَلَم ہیں (جھنڈے والے پیر بھی کہلاتے ہیں۔ پورانام سید اشہدالدین العلم ہے۔ خاکسار مرتب)۔ جو بلاد سندھ کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں۔ جن کے مرید ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہوں گے۔ اور باوجود اس کے وہ علوم عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ اور علماءِ راسخین میں سے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جو میری نسبت گواہی دی ہے۔ وہ یہ ہے:

(ہم نے یہاں عربی مکتوب کا متن چھوڑ کر صرف ترجمہ نقل کیا ہے۔ خاکسار مرتب)۔ یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو عالم کشف میں دیکھا پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اب بعد اس کے ہم آپ کے امور میں شک نہیں کریں گے۔ اور جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم وہی کریں گے۔ پس اگر آپ یہ کہو کہ ہم امریکہ میں چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے۔ اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے۔ اور ہمیں فرمانبردار پاؤ گے۔" (انجام آتھم ۔۱۸۹۷ء ص ۶۰)

(۶) (حضرت) خواجہ غلام فرید صاحب نے جو نواب بہاولپور کے پیر تھے۔ میری تصدیق کے لئے ایک خواب دیکھا۔ جس کی بنا پر میری محبت خدا تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دی۔ اور اسی بنا پر کتاب "ارشاداتِ فریدی" میں جو خواجہ صاحب موصوف کے ملفوظات ہیں۔ جابجا خواجہ صاحب موصوف میری تصدیق فرماتے ہیں۔۔۔ کئی مولوی جیسے مولوی غلام دستگیر خواجہ صاحب کو میرا مکذب بنانے کے لئے، آپ کے گاؤں پہنچے۔۔۔ بعض غزنویوں کا بھی خواجہ صاحب موصوف کے پاس خط پہنچا۔ مگر آپ نے کسی کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور ان خشک ملّاؤں کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ وہ ساکت ہو گئے۔۔۔ خواجہ صاحب نے ارشادات فریدی میں مخالفوں کے حملوں کا جابجا جواب دیا ہے۔۔۔ کسی نے میری نسبت آپ کو کہا کہ ہم اُن کو مہدی کیوں کر مان لیں۔ کیوں کہ مہدی موعود کی ساری علامتیں جو حدیثوں میں لکھی ہیں ان میں پائی نہیں جاتیں۔ تب خواجہ صاحب اس کلمہ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ تو کہو کہ تمام قرار دادہ نشان، جو لوگوں نے پہلے سے سمجھ رکھے تھے کس نبی یا رسول میں سب کے سب پائے گئے ہیں۔ اگر ایسا وقوع میں آتا تو کیوں بعض کافر رہتے اور بعض ایمان لاتے؟ یہی سنت اللہ ہے کہ جو جو علامتیں پیش گوئیوں میں کسی آنے والے نبی کے بارہ میں لکھی جاتی ہیں وہ تمام باتیں اپنے ظاہری الفاظ کے ساتھ ہرگز پوری نہیں ہوتیں۔ بعض جگہ استعارات ہوتے ہیں۔ بعض جگہ خود اپنی سمجھ میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اور بعض جگہ پرانی باتوں میں کچھ تحریف ہو جاتی ہے۔ اس لئے تقویٰ کا طریق یہ ہے کہ جو باتیں پوری ہو جائیں اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔۔۔ (دیکھو) یہودی پہلے مسیح کی نسبت یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہتے تھے کہ وہ اس وقت آئے گا کہ جب پہلے اُس سے الیاسؑ نبی دوبارہ زمین پر آجائے۔ پس کیا الیاسؑ آگیا؟

ایسا ہی یہودیوں کا اس بات پر اصرار تھا کہ آنے والا خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ پس کی وہ بنی اسرائیل میں سے ظاہر ہوا؟ پھر جبکہ یہودیوں کے خیال کے موافق، جس پر ان کے نبیوں کا اتفاق تھا، خاتم الانبیاء بنی اسماعیل میں سے نہیں آیا۔ پھر اگر مہدی موعود فاطمیؑ یا عباسیؑ خاندانوں سے ظاہر نہ ہوا تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے؟ خدا کی پیشگوئی میں کئی اسرار مخفی ہوتے ہیں۔ اور امتحان بھی منظور ہوتا ہے۔

(اس جگہ ایک حاشیہ ہے جو یوں ہے: "حدیثوں کو خوب غور کر کے پڑھو وہ مہدی معہود کی نسبت اس قدر اختلاف رکھتی ہیں کہ گویا تناقضات کا مجموعہ ہے۔ بعض حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی فاطمیؑ ہوگا اور بعض میں لکھا ہے کہ عباسیؑ ہوگا۔ اور بعض میں لکھا ہے کہ رَجُلٌ مِّنْ اُمَّتِی۔ یعنی میری امت میں سے ایک شخص ہوگا۔ اور ابن ماجہ کی حدیث نے ان سب روایات پر پانی پھیر دیا ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے یہ الفاظ کہ لَا مَهْدِی اِلَّا عِیْسٰی یعنی عیسیٰ ہی مہدی ہے۔ اُس کے سوا اور کوئی مہدی نہیں۔ پھر مہدی کی حدیثوں کا یہ حال ہے کہ کوئی بھی جرح سے خالی نہیں۔ اور کسی کو صحیح نہیں کہہ سکتے۔ پس جس رنگ میں پیش گوئی ظہور میں آئی اور جو کچھ حَکَم موعود نے فیصلہ کیا وہی صحیح ہے"۔ (یہاں حاشیہ ختم ہوا)

پس جب کہ یہودی اپنے خیالات پر زور دینے سے ایمان سے محروم رہے تو مسلمان کے لئے یہ عبرت پکڑنے کا مقام ہے کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں میں سے بعض یہودی ہو جائیں گے۔ یعنی یہودیوں کی عادت اختیار کریں گے۔ اور ان کے قدم پر چلیں گے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ اگر کسی یہودی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو وہ بھی کریں گے۔ پس کس قدر خوف کا مقام ہے۔ اکثر یہودیوں نے صرف اس سبب سے حضرت عیسیٰ اور آنحضرت ﷺ کو قبول نہیں کیا کہ اس بات کو انہوں

نے اپنا فرض سمجھا کہ جب تک ساری علامتیں اور ساری نشانیاں ان میں اپنے خیال کے موافق پوری ہوتی نہ دیکھ لیں تب تک ماننا ناجائز ہے۔ اور آخر کفر کے گڑھے میں گر گئے۔ اور اس بات پر اب تک اڑے رہے کہ پہلے الیاس آنا چاہئے۔ پھر مسیح اور خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے چاہئیے۔ غرض خواجہ غلام فرید صاحب ؒ کو خدا تعالیٰ نے یہ نُور باطن عطا کیا تھا کہ وہ ایک ہی نظر میں صادق اور کاذب میں فرق کر لیتے تھے۔ خدا ان کو غریق رحمت کرے اور اپنے قرب میں جگہ دے۔ آمین۔" (حقیقۃ الوحی۔ ۱۹۰۷ء۔ ص ۲۰۶ تا ۲۰۹)

نوٹ از خاکسار مرتب۔ حضرت غلام فرید صاحب چاچڑان شریف ؒ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ؑ کے مابین خط و کتابت حضرت مرزا صاحب کی معرکۃ لآراء تالیف 'سراج منیر' کے علاوہ 'انجام آتھم' میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ 'انجام آتھم' کے ضمیمہ میں حضرت غلام فرید صاحب کا ایک وہ عربی خط بھی چھپا۔ جو انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی تصدیق میں اس وقت لکھا جب حضرت مرزا صاحب نے ہندوستان کے تمام نامی گرامی علماء اور مشائخ کو مباہلہ کے لئے بلایا۔ آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہاں اس مکتوب کا ترجمہ پیش کرنا چاہیں گے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"اللہ کے دروازہ کے فقیر غلام فرید سجادہ نشین کی طرف سے بخدمت جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تمام تعریفیں اس خدا کے لئے جو رب الارباب ہے اور درود اس رسولؐ مقبول پر جو یوم الحساب کے شفیع ہیں اور نیز آپ کے آل اور اصحاب پر۔ اور تم پر سلام اور ہر ایک پر جو راہ صواب میں کوشش کرنے والا ہو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اس کتاب کے ایک جُز کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی پڑھا ہے سوائے ہر ایک حبیب سے عزیز تر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل ہو۔ اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیر سعی عنداللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا۔ اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر۔ اور میں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں زیادہ لکھتا۔ والسّلام علیٰ من سلک سبیل الصواب۔

از مقام چاچڑاں (مہر")

(۷) حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں: "مفصلہ ذیل اشتہار ایک فقیر مجذوب نے جو سیالکوٹ میں قریب بارہ سال سے مقیم ہے (اس مجذوب کی اس نواح میں بہت عظمت اور شہرت ہے۔ حاشیہ) ہمارے پاس شائع کرنے کے لئے بھجوایا ہے۔ لہٰذا ہم اس جگہ اس کی نقل مُطابق اصل بلفظہ کر دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشتہار واجب ُالاظہار

خدا کے فضل اور انعام سے۔ روح جناب رسول مقبول صلعم سے۔ روح کل شہداء سے۔ روح کل ابدالوں سے۔ روح کل اولیاء سے جو زمین پر ہیں اور اُن روحوں سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتی ہیں۔ میں نے ان سب سے الہام اور گواہی پائی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ جل شانہ نے بھیجا ہے۔ رسول مقبولؐ کے دین میں سخت فتنے برپا ہو گئے۔ وہ حد درجہ کا ضعیف ہو گیا۔ ہزاروں ملعون فرقے جیسے نصاریٰ اور رافضی پیدا ہو کر لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ اس لئے مسیح موعود کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت یہ جو خوفناک فتنے پیدا ہوئے ان کی اصلاح ایک بھاری نبی کا کام تھا۔ مگر چونکہ رسول مقبولؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو جو رسول مقبولؐ کے دستار مبارک ہیں بھیجا۔ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ اس جسم سے زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے وہ جھوٹے ہیں۔ کوئی آسمان پر موت کا مزہ چکھے بغیر اور جسم کے ساتھ نہیں گیا۔ اے علماء گدی نشینو! اے فقراء گدی نشینو! اے اہل بیت گدی نشینو! سُن رکھو! عنقریب آسمان سے بڑی بھاری جلالی گواہی اس سلسلہ کی سچائی ظاہر ہونے والی ہے۔ خود خدا بڑے زور سے گواہی دے گا۔ پھر تم اس مخالفت میں بڑے ذلیل اور شرمندہ ہو گے۔ یہ میرا اشتہار سچا ہے۔ یہ لوح محفوظ کی نقل ہے۔ میں دیکھتا ہوں اس مخالفت سے خدا تعالیٰ تم پر سخت ناراض ہے۔ رسول مقبولؐ تم پر حد درجہ بیزار ہے۔

المشتہر

فقیر محمد۔ سیالکوٹ۔ بر لب ایک باغ بستی والا

(حجۃ اللہ۔ ۱۸۹۷ء۔ ص ۹)

نوٹ از خاکسار مرتب:

یہ بطور نمونہ مشتے از خروارے ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں کتاب مستطاب "عسل مُصَفّٰی" دو جلد۔ از زبدۃ الحکماء مولوی و منشی فاضل ابو العطا حضرت مرزا خدا بخش صاحب مرحوم۔ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۰۱ء میں چھپی۔ پھر مزید اضافوں کے ساتھ ۱۹۱۳ء میں دوبارہ منظر شہود پر آئی۔ عرصہ سے نایاب تھی۔ اب فوٹو آفسیٹ پر دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی کسی بھی شاخ سے خریدی جاسکتی ہے یا انجمن کے مرکزی ویب سائٹ سے مفت ڈاؤن لوڈ ہو سکتی ہے۔ (فہرست مضامین)